ABSAAR monthly Malegaon

ابصار

ماہنامہ — حق وصداقت کا روشن اشاریہ — مالیگاؤں

مدیر: حافظ جلال الدین قاسمی

ہمارے عزائم

☆مستقبل قریب میں ایک بڑی عمارت کی ضرورت ہے۔ جہاں بچوں کی کلاسیس کے ساتھ باہر کے بچوں کی شاندار رہائش کا بھی انتظام ہو۔ جہاں عربی زبان سے ناواقف یا عربی زبان میں کمزور طلبہ کومختصر وقت میں عربی (زبان وادب) پڑھانے کا انتظام ہو۔

☆اور دین کے داعیوں اور خطباء کی تدریب ہو، تاکہ وہ بہترین انداز سے لوگوں کو دعوت پیش کر سکیں۔ اوراس کے ساتھ اگر ایک عبادت گاہ بھی ہو تو چہ خوب! اس کارِ خیر میں ہم اللہ کی مدد اور اس کی توفیق چاہتے ہیں اور آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ اس کارِ خیر میں خصوصی حصہ لیں۔

رابطہ: 8657323649 ای میل: Absaar.urdu@gmail.com

جلد نمبرا شمارہ نمبرا صفحات: ۸ جون ۲۰۱۶ء بمطابق شعبان المعظم ۱۴۳۷ھ قیمت ۵ روپیہ Issue No:01 Vol No: 01 Pages:08 June, 2016 Rs 5/-

عرض مدیر

محترم قارئین! ہمیں ماہنامہ ابصار کا پہلا شمارہ آپکی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بڑی مسرت ہورہی ہے۔ اس اخبار کے لئے آپ اپنے علمی مضامین ارسال کریں اور ہمیں مفید مشوروں سے نوازیں۔
اس اخبار کے مقاصد یہ ہیں۔ ☆لوگوں تک دینِ خالص کو پہونچانا ☆سماج میں پھیلے غلط رسوم کی نشاندہی اور انکے تدارک کی طرف رہنمائی ☆کتاب وسنت کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرنا ☆اہل علم کی نادر علمی وادبی کاوشوں کو لوگوں تک پہونچانا ☆مختلف مسالک اور مکاتب فکر کی درمیانی خلیج کو ختم کرنا ☆سیرت رسولؐ کی روشنی میں انسانیت کے پیغام کو عام کرنا ☆اسلام سے متعلق غیر مسلموں کی غلط فہمیوں کا ازالہ ☆دیش میں امن وامان کی ہر کوشش کی تائید کرنا ☆دہشت گردی کی مخالفت کرنا ☆اپنے دیش کی ہمہ جہتی ترقی کے لئے لوگوں میں مثبت اور تعمیری فکر پیدا کرنا۔ تلك عشرة كاملة

از: حافظ جلال الدین قاسمی

مچھر اور قرآن (بعوضة)

ان اللـه لا يستحيى ان يضرب مثلا ما بعوضة فما فوقها۔ (سورہ بقرہ، آیت نمبر ۲۶)

ترجمہ: یقیناً اللہ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتا، خواہ مچھر کی ہو یا اس سے بھی ہلکی چیز کی۔

قال ابو جعفر الرازی عن الربيع بن انس فی هذه الاية قال هذا مثل ضربه الله للدنيا ان بعوضة تحيا ماجاعت فاذا سمنت ماتت (تفسیر ابن کثیر)

ابورازی نے کہا کہ ربیع بن انس سے روایت ہے کہ اللہ نے دنیا کی مثال مچھر سے دی ہے کہ مچھر جب تک بھوکا رہتا ہے زندہ رہتا ہے اور جب آسودہ ہوتا ہے تو مرجاتا ہے۔ اور حدیث ہے عن سهل ابن سعد قال قال رسول الله ﷺ لوكانت الدنيا تعدل عند الله جناح بعوضة ما سقى كافراً منها شربة ماء (ترمذی ابواب الزھد)

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ اللہ نے قرآن میں مشرکین کی مثال کہیں مکڑی اور کہیں مکھی سے دی تو یہودیوں نے اسے وحی کی سچائی میں شک پیدا کرنے کا راستہ بنالیا کہ اگر یہ اللہ کی کتاب ہوتی تو ایسی خسیس وحقیر وذلیل چیزوں کی مثال اس میں نہ دی جاتی تو اللہ نے ان کی اس دسیسہ کاری کی تردید کے لئے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ ہر چھوٹی بڑی مخلوق کا خالق ہے اور جو معجزہ ایک وھیل مچھلی کی تخلیق میں ہے ویسا ہی معجزہ ایک مچھر کی تخلیق میں بھی ہے۔ تخلیق میں اعتبار حجم اور شکل کا نہیں بلکہ خالق کی حیرت انگیز کاری گری کا ہے اور مچھر کی تخلیق میں بے شمار حیرت انگیز پہلو موجود ہیں۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مچھر ایک معمولی کیڑا ہے مگر سائنس نے ثابت کردیا ہے کہ یہ ایک حیرت انگیز مخلوق ہے مچھر تقریباً ۱۵۰ ملین سالوں سے زمین پر پائے جاتے ہیں مچھر میں ایک ایسا "رڈار سسٹم" ہے جو دنیا کے کسی جدید طیارے میں بھی موجود نہیں مچھر چیزوں کو ان کی شکلوں اور رنگوں کے ذریعے نہیں بلکہ حرارت کے ذریعے جان لیتا ہے مچھر کے سر میں سو آنکھیں ہوتی ہیں۔ اگر مائکروسکوپ سے دیکھا جائے تو یہ آنکھیں شہد کی مکھی کے چھتے (honey comb) کی شکل میں ہوتی ہیں۔ مچھر کے منہ میں اڑتالیس دانت ہوتے ہیں اور اس کے تین دل ہوتے ہیں ایک مرکز میں اور دو پروں میں ہوتے ہیں۔

مچھر میں خون کی تحلیل کا بھی سسٹم ہوتا ہے چونکہ ہر خون اس کے مناسب نہیں ہوتا اسلئے وہ نامناسب خون نہیں پیتا ایک چارپائی پر دو بچے سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ صبح جب دونوں بچے اٹھتے ہیں تو ایک کے بدن پر مچھروں کے ڈنکوں کے نشانات ہوتے ہیں جب کے دوسرے بچے کے بدن پر یہ نشانات نہیں ہوتے۔ مچھر میں بدن کے کسی مقام کو سُن کرنے (benumb) کا بھی سسٹم ہوتا ہے وہ کاٹنے کی جگہ کو پہلے سن کرتا ہے پھر خون پیتا ہے۔ جب سن کا اثر ختم ہوتا ہے تب انسان کو تکلیف کا احساس ہوتا ہے مچھر کے سونڈ میں چھ چاقو ہوتے ہیں چار چاقوں سے وہ جسم میں چوکور شکل کا ایک زخم بناتا ہے اور دو چاقوؤں کو نلکی بنا کر ان سے خون چوستا ہے یہ انسان کے خون کی بو ۶۰ کلومیٹر کی دوری سے سونگھ لیتا ہے اس کے پیروں میں پرندوں جیسے پنجے ہوتے ہیں جنہیں وہ اس وقت استعمال کرتا ہے جب وہ کسی کھردری چیز پر اترتا ہے اور کچھ خم دار ڈنڈے کی طرح ہوتے ہیں جنہیں وہ اس وقت استعمال کرتا جب وہ کسی چکنی چیز پر اترتا ہے۔

آیت کریمہ میں فما فوقها میں ها ضمیر مونث معجز نما ہے آج سائنس اسے ثابت کرچکی ہے کہ خون صرف مادہ مچھر ہی پیتی ہے یہ اس لئے پیتی ہے کیونکہ وہی انڈے دیتی ہے اور انڈوں کو بڑھنے کے لئے پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے جو خون میں موجود ہے۔ ہر انڈے کی لمبائی تقریباً ایک ملی میٹر ہوتی ہے یہ پہلے سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور ایک دو گھنٹے کے بعد کالے رنگ کے ہوجاتے ہیں۔ مچھر میں انتڑیاں، نظام تنفس، دماغ اور اعصاب بھی ہوتے ہیں مچھر محسوس کرلیتا ہے کہ یہ جسم انسان کا ہے یہ کسی اور حیوان کا۔ جس سونڈ سے یہ خوں چوستی ہے وہ اندر سے کھوکھلی ہوتی ہے دنیائے سائنس آج تک ایسے باریک حجم کی کوئی سلنے کی سوئی نہیں بناسکی ہے جو اندر سے کھوکھلی ہو۔

حیرت انگیز بات تو یہ ہے کہ اللہ نے قرآن حکیم میں سب سے پہلے اسی مخلوق کا ذکر فرمایا عجیب بات یہ ہے کہ ہاتھی کی بھی سونڈ ہوتی ہے اور مچھر کی بھی مگر دونوں کی سونڈوں کی بناوٹ میں حیرت انگیز فرق ہے مچھر کے دو جبڑے ہوتے ہیں اوپری جبڑا چاقو کی طرح ہوتا ہے اور نچلے جبڑے میں ایسے دانت ہوتے ہیں جو اندر کی طرف مڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ نچلے والا جبڑا آرے کی طرح کام کرتا ہے اور اوپر والا جبڑا چاقو کی طرح اور اس پھٹی ہوئی جگہ میں وہ اپنی سوئی داخل کر کے خون چوستا ہے۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۴ پر ملاحظہ فرمائیں)

مسئلۂ طلاق (تلخیص)

شیخ جعفر المدنی

بلاوجہ عورت کو ضرر میں مبتلا کرنا جائز نہیں ہے' اللہ تعالی نے فرمایا: ولا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا (البقرۃ:۲۳۱)۔ (اور انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم وزیادتی کے لئے نہ روکو) اور نبی ﷺ نے معاملات کیلئے ایک اہم ضابطہ یہ دیا ہے کہ "لا ضرر ولا ضرار" [(احمد ۳۱۳/۱، ابن ماجہ (۲۳۴۰) الارواء (۸۹۶)] (نہ دوسرے کو ضرر پہنچاؤ اور نہ خود اٹھاؤ) یعنی "جیو اور جینے دو" کی روشنی میں بلاوجہ بیوی کو روکے رکھنا جرم ہے' اگر زوجین میں اختلاف ہو جائے اور دونوں میں نوبت عداوت اور دشمنی تک پہنچ جائے تو دونوں طرف سے ایک ایک حکم بھیج کر معاملہ کا تصفیہ کرنے کی کوشش کی جائے گی' اللہ نے فرمایا: وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها۔ ان یریدا اصلاحا یوفق الله بینهما [النسا:۳۵]۔ (اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان آپس کی ان بن کا خوف ہو تو ایک منصف، مرد والوں میں سے اور ایک عورت کے گھر والوں میں سے مقرر کرو' اگر یہ صلح کرانا چاہیں تو اللہ تعالی دونوں میں ملاپ کرا دے گا) یعنی معاملہ کو ہر ممکن صورت میں کنٹرول کرنے کی کوشش کرنے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے' پہلے وعظ ونصیحت پھر بستر الگ کر لینا' پھر ہلکی ضرب لگانا' یعنی اس طرح زدوکوب کرنا جو بہت زیادہ تکلیف دہ نہ ہو' اگر اس سے بھی معاملہ حل نہ ہو تو پھر دونوں طرف سے ایک ایک حکم کی تعیین کر کے خوبصورتی کے ساتھ معاملہ نمٹا لیا جائے' اگر قابل حل ہو تو حل کر لے ورنہ فراق وطلاق کے ذریعے ہر دن پیدا ہونے والے اضطراب کو ختم کر دیا جائے' اس کی تفصیل کیلئے [دیکھیں: المغنی ۲۵۹/۱۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۶۔ الموسوعۃ الفقہیۃ المیسرۃ ۳۵۱/۵، ۳۵۴]۔

اب اگر ان اسلامی تعلیمات کے بعد بھی انسان سرکشی پر آمادہ ہو اور اللہ کے احکام کی مخالفت میں کوئی حرج نہ سمجھتا ہو تو پھر ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ کیونکہ شوہر طلاق کے لئے اسلامی شریعت کی پابندی کرنے کو تیار نہیں ہے تو کیا بیوی کو یونہی چھوڑ دیا جائے کہ وہ زندگی بھر موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رہے اور گھٹ گھٹ کر زندگی گزارے؟! اور ظاہر ہے کہ یہ زبردست ضرر ہے' جو ایک مسلمان عورت کو پہنچایا جا رہا ہے جو بہر حال ناجائز ہے' اور چونکہ ہمارے ہندوستان میں اسلامی عدالت نہیں کہ وہاں سے اسلامی قانون کے مطابق فیصلہ حاصل کیا جا سکے اور دوسری تکلف دہ بات یہ کہ ان غیر شرعی عدالتوں میں قانونی کاروائی اس قدر پیچیدہ اور طویل ہیکہ مدتوں تک فیصلہ آنا مشکل ہوتا ہے' اس لئے ان عدالتوں کے سہارے پر ایک نوجوان خاتون کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اپنی جوانی کو فیصلے کے انتظار میں گنوا بیٹھے' اس لئے شرعی نصوص واسلامی تعلیمات کی روشنی میں عدالتوں کی ذمہ داری گاؤں کے مسلم پردھان اور سماج کے ذمہ دار افراد کے سر ڈال دی جاتی ہے' کہ وہ اس معاملہ پر غور کر کے طرفین سے سمجھ کر نکاح فسخ کر دیں' اس کی تھوڑی سی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اب اشکال یہ کہ فسخ کون کرے؟ کیونکہ قاضی شرع کو یہ حق حاصل تھا' اور وہ ہندوستان میں موجود نہیں ہے' ایسی صورت میں اگر عورت کو بلا تصفیہ چھوڑ دیا جائے تو یہ شدید حرج اور ضرر کی بات ہے' اس لئے کہ عورت کو حق زوجیت' نان ونفقہ اور دوسری چیزوں سے محرومی کی وجہ سے شدید ضرر لاحق ہوگا' اس لئے نکاح کو فسخ کرنے کا یہ حق سماج کے اہل حل وعقد اور گاؤں کے مسلم پردھان اور ذمہ دار اور با اثر لوگوں کو دیا گیا ہے' تاکہ یہ سماجی ضرورت پوری ہو سکے' اور اس ضرر وحرج کا ازالہ بھی کیا جا سکے' گویا کہ یہ سماجی ضرورت اور مجبوری بھی ہے' تاکہ سماجی زندگی کی گاڑی قدرے بہتر طور سے رواں دواں رہ سکے' اس لئے یہ فیصلہ کرنے کا حق گاؤں کے ذمہ داروں کو دیا گیا ہے' کیونکہ اسلامی عدالت اور قاضی جن کی یہ ذمہ داری تھی وہ یہاں موجود نہیں ہیں جن میں سے بعض کا حوالہ یہاں ذکر کیا جا رہا ہے:۔

حافظ عبداللہ روپڑی کے مجموعۂ فتاوی' فتاوی اہلحدیث ۵۱۷/۲، میں ہے: "جب خاوند نان ونفقہ نہ دے یا دیگر حقوق ادا نہ کرے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے' اس کو یہ حق نہیں ہے کہ عورت کو تنگ کرے" دیدہ ودانستہ عورت کو لٹکائے رکھنے کی صورت میں عورت کو فسخ کا اختیار کیوں نہیں ہوگا۔۔۔ لیکن اب ہندوستان میں سیکولر حکومت ہے' حاکم مسلمان نہیں' جس کے پاس مقدمہ جائے' سو اس کا انتظام یوں ہونا چاہیئے کہ پنچائت کر کے اس کے پاس فیصلہ لے جایا جائے' اور خاوند کو مجبور کر کے طلاق دلوائے' اگر خاوند طلاق نہ دے یا پنچائت میں نہ آئے یا کسی جرم کی پاداش میں لمبی مدت کے لئے جیل میں چلا گیا ہو تو ان صورتوں میں پنچائت شرعی فتوی کی رو سے عورت کو دوسری جگہ نکاح کی اجازت دیدے' اگر پنچائت بھی نہ ہو سکے تو پھر وہاں کے کسی چودھری یا کسی نمبردار یا کسی عالم کی معرفت یہ کام کرائے' اپنے آپ نہ کرے' کیوں کہ جدائی کا معاملہ نکاح سے زیادہ نازک ہے' جب عورت نکاح ولی کے بغیر نہیں کر سکتی تو جدائی اپنے آپ کیونکر ٹھیک ہوگی' پس ضروری ہے کہ حسب طاقت ضرور کسی کو درمیان لے (لا یکلف الله نفسا الا وسعها)

فتاوی ثنائیہ ۲۷۵/۲ میں ہے: "جو شخص اپنی منکوحہ پر ظلم کرے اس کی منکوحہ اپنے ضلع کے جج صاحب کے یہاں درخواست فسخ نکاح کر سکتی ہے' اور جج صاحب ثبوت ظلم کے بعد اس کو نکاح ثانی کی اجازت دے سکتے ہیں"۔ اسی میں ۳۱۷/۲۔۳۱۸ پر ہے: "ایسی حالت میں جب کہ خاوند صریح ظلم کرے عورت کو نکاح فسخ کرانے کا شرعاً حق حاصل ہے' حدیث شریف میں ہے: "لا ضرر ولا ضرار" قرآن پاک میں ہے (ولا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا) [البقرۃ:۲۳۱]"

اس پر علامہ شرف الدین دہلوی نے لکھا ہے: "یعنی عدالتِ اسلامیہ سے قاضی شوہر سے طلاق دلوائے اگر نہ دے' تو پھر حکمِ فسخ جاری کرے' مگر عورت فسخ نہیں کر سکتی ہے"۔

اسی طرح ۵۳۴/۲ میں بھی ایک فتوی اس سے ملتا جلتا ہے کہ: "کہ عورت بحکم قاضی نکاح فسخ کرا سکتی ہے"

اسی طرح کا ایک فتویٰ اسی کتاب ۳۳۹/۲ میں ہے جس میں نان ونفقہ اور وظیفۂ زوجیت ادا نہ کرنے پر عورت کا نکاح فسخ کرانے کا حق دیا ہے اور فرمایا: "عورتوں کے ساتھ عمدہ سلوک کیا کرو اس کے خلاف ہونے سے عورت نکاح فسخ کرا سکتی ہے' بذریعہ پنچائت فسخ ہو جانا کافی ہے' اگر ایسا کرنے میں مقدمہ فوجداری کا خطرہ ہو تو بذریعۂ عدالت فسخ کرایا جائے"

اس تفصیل کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ بیوی کا حق ہے نان ونفقہ' اور زوجیت اگر شوہر ان میں کوتاہی کرے یا بالکل ادا نہ کرے تو عورت کو فسخ نکاح کا حق ہے' لیکن ہمارے ہندوستانی سماج میں جہاں قاضی کا عمل شرعی موجود نہیں ہے' وہاں فسخ کا عمل پنچائت یا گاؤں وسماج کے ذمہ دار افراد انجام دے سکتے ہیں' تاکہ عورت کو حق تلفی' بے جا زیادتی اور ضرر سے بچایا جا سکے۔ واللہ اعلم۔

رشوت لینے والا، دینے والا اور توڑی کرنے والا سب ملعون ہیں۔

عن عبد الله ابن عمرو قال لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی (ابوداود کتاب الاقضیه)

ترجمہ:

عبداللہ ابن عمروؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت کی ہے۔

عن عائشہؓ انها قالت لم یکن رسول الله ﷺ فاحشا ولا متفحشا ولا صخابا فی الاسواق ولا یجزی بالسیئة مثلها ولکن یعفو ویصفح (مسند احمد)

ترجمہ:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ فاحش اور متفحش نہیں تھے۔ نہ بازاروں میں شور کرنے والے تھے۔ اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگذر فرما دیا کرتے تھے۔

فاحش بالقول زبان سے بری بات نکالنے والا

متفحش بالفعل اعضاء سے بری حرکت کرنے والا

آج رکشہ میں گانے لگا دئے جاتے ہیں جس سے شور ہوتا ہے۔ موٹر سائیکلز میں سائیلنسر کے پیچھے ربر کا ٹکڑا لگا دینے سے شور ہوتا ہے۔ یہ سب شرعی نقطۂ نظر سے قطعاً جائز نہیں۔

نمائشی بھانڈے (Exhibitionists)

عن اسماء بنت ابی بکر: ان امراۃ قالت یا رسول اللہ ان لی جارۃ تعنی ضرۃ ھل علی جناح ان تشبعت لھا بما لم یعط زوجی قال "المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور۔"

قال الشیخ الالبانی : صحیح

اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ، "اے اللہ کے رسول، میری ایک سوکن ہے، اگر میں اس سے کہوں کہ میرے شوہر نے مجھے یہ چیزیں دی ہیں جو اس نے مجھے نہیں دی ہیں تو کیا مجھ پر گناہ ہوگا؟" تو آپ ﷺ نے فرمایا، "ایسی چیزوں کا ذکر کرنے والا جو اسے نہیں دی گئی ہیں تو وہ اسطرح ہے جیسے کسی نے جھوٹ کے دو لباس پہن لئے ہیں۔ مذکورہ بالا حدیث سے مندرجہ ذیل چیزیں ناجائز ہیں۔

۱) کسی شخص کی جھوٹی تعریف کرنا

۲) جو خوبی ایک شخص میں نہیں ہے وہ خوبی اس میں ظاہر کرنا

۳) جتنی خوبی ایک شخص میں ہے اس میں اس سے زیادہ ظاہر کرنا

۴) ایک شخص ایک کام نہیں کرسکتا مگر ظاہر کرے کہ وہ کردے گا

۵) کسی کی جھوٹی سفارش کرنا

۶) حقیقت میں پروفیسر یا مولانا نہیں ہے مگر اپنے نام کے ساتھ پروفیسر یا مولانا لکھنا

۷) حقیقت میں سید نہیں ہے مگر اپنے آپ کو سید لکھنا

۸) کسی کو جھوٹا کیریکٹر سرٹیفیکیٹ یا جھوٹا میڈیکل سرٹیفیکیٹ دینا

۹) جھوٹی گواہی دینا (یہ شرک جیسا ہے)

۱۰) کسی کی کتاب پڑھے بغیر اس پر تقریظ لکھنا

سب سے بڑا سود مسلمان بھائی کو بے عزت کرنا ہے

عن عبد اللہ عن النبی ﷺ قال الربا ثلاثہ وسبعون بابا ایسرھا مثل ان ینکح الرجل امہ وان اربی الربوا عرض الرجل المسلم (مستدرك كتاب البيوع)

عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ سود کے ستر درجے ہیں جن میں سب سے چھوٹا درجہ اپنی ماں کے ساتھ نکاح کرنے جیسا ہے اور تمام سودوں میں سب سے بڑا سود کسی مسلمان بھائی کو بے عزت کرنا ہے۔

زلب فصیح وفابیاں، بحدیث کیں ندہی زباں ستم است حنظل اگر کشی بترازوئے کہ شکر کشد

(بیدلؔ)

مفہوم :

اگر اللہ نے تمہیں زبان جیسی نعمت دی ہے تو اس سے اچھی بات نکالو، بری بات نہ نکالو۔

یہ ظلم ہوگا کہ جس ترازو سے تم شکر تولتے ہو، اس سے اندرائن تولو جو انتہائی تلخ اور کڑوا پھل ہوتا ہے۔

شرحِ حدیثِ کرب

(پریشانی کی دعا کی تشریح)

علامہ ابن قیم

عن عبد اللہ (ابن مسعودؓ) قال :قال رسول اللہ ﷺ ما اصاب احداً قط ھم ولا حزن فقال اللھم انی عبدك ابن عبدك ابن امتک ناصیتی بیدك ماض فی حکمک ، عدل فی قضائک ،اسئلک بکل اسم ھولک سمیت بہ نفسک ،او علمتہ احداً من خلقک او انزلتہ فی کتابک او استئا ثرت بہ فی علم الغیب عندك ان تجعل القرآن ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذھاب ھمی الا اذھب اللہ ھمہ و حزنہ وابدلہ مکانہ فرحاً قال : قیل یا رسول اللہ ﷺ الا نتعلمھا ؟فقال بلی ،ینبغی لمن سمعھا ان یتعلمھا۔ (مسند احمد)

حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی غم، فکر یا اندوہ لاحق ہو تو وہ یہ کلمات پڑھے۔

اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے بندے اور کنیز کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیرا حکم میری نسبت نافذ اور تیرا فیصلہ میرے بارے میں سراسر انصاف ہے۔ میں تجھ سے تیرے ان اسماء کو وسیلہ بنا کر سوال کرتا ہوں جن کے ساتھ تو نے اپنے آپ کو موسوم فرمایا ہے۔ ان کو اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا وہ کسی مخلوق کو سکھائے ہیں یا ان کو اپنے خزائن غیب میں پوشیدہ رکھا ہے۔ کہ قرآن کو میرے دل کا آرام اور میرے دل کا نور اور میرے اندوہ کیلئے صیقل اور میرے غم کو دور کرنے والا بنادے تو اللہ تعالی اس کے غم واندوہ کو دور فرما کر اس کے بجائے اسے خوشی نصیب فرماتا ہے۔

صحابہ نے یہ کلمات اور ان کے برکات کو سن کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم ان کلمات کو سیکھ لیں۔ آپ نے فرمایا بیشک جو شخص ان کو سنے اسے چاہئے کہ وہ انکو سیکھ لے۔

اس حدیث صحیح سے چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس حدیث میں وہ تمام مکروہات جو قلب پر وارد ہوتی ہیں ذکر کئے گئے ہیں۔ ھمّ اس فکر کا نام ہے۔ جو آئندہ زمانے میں کسی مکروہ چیز کے پیش آنے کے خیال سے پیدا ہو۔ حزن اس غم کو کہتے ہیں جو گذشتہ زمانے میں کسی مطلوب اور محبوب چیز کے فوت ہونے یا کسی تکلیف کے پیش آنے پر لاحق ہو۔ کہ جب وہ تکلیف یا محبوب چیز کا فوت ہونا یاد آوے تو دل میں غم پیدا ہوتا ہے۔ اور غم اس اندوہ کو کہتے ہیں۔ جو فی الحال کسی تکلیف کے پیش آنے پر حاصل ہو۔ اور یہ مکروہات قلب کی بہت بڑی بیماریاں اور سخت امراض ہیں۔ اور لوگوں نے ان کے علاج اور ان سے بچنے کیلئے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔ اور سب لوگ اپنے خیال اور زعم کے مطابق ان سے خلاصی پانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ مگر ان سے علاج اور ان سے خلاصی پانے کیلئے اکثر ایسے طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ جن سے ان امراض میں زیادتی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً بعض لوگ چھوٹے بڑے مختلف گناہوں سے ان کا علاج کرتے ہیں اور بعض لہولعب (کھیل کود) گانے بجانے وغیرہ سے ان کا علاج کرتے ہیں۔ اور بنی آدم کی اکثر بلکہ تمام کوششوں کی غایت اور اس کا اصلی مقصد یہی ہے کہ ان امراض کو دفع کرے اور ان سے نجات اور خلاصی پائے۔ مگر سوائے ان لوگوں کے جو انکے دفع کرنے کے لئے اس دوا کو استعمال کرتے ہیں، وہ دوا جس کو اللہ سبحانہ نے بیان فرمایا ہے۔ ایک مرکب دوا ہے جو چند ایسی چیزوں سے بنائی گئی ہے۔ کہ اگر ایک جزو اس کا کم ہو تو اسی قدر شفا میں کمی رہتی ہے۔ اور اس دوا کا جزو اعظم توحید واستغفار ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے فاعلم انہ لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات (تو اے پیغمبر اچھی طرح) جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں سب لوگوں نے علاج کے غلط طریقے اختیار کئے ہیں۔ اور (ہم سے) اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اور (نیز) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کے لئے اللہ سے بخشش طلب کیجیے۔

(بقیہ شرح حدیث کرب۔۔)

اور حدیث میں ہے، شیطان کہتا ہے کہ بنی آدم گناہوں سے ہلاک ہوئے اور مجھ کو انہوں نے استغفار اور کلمہ توحید (لا الہ الا اللہ) سے ہلاک کیا۔ اور میں جب دیکھتا ہوں کہ بنی آدم گناہوں سے استغفار کرتے اور کلمہ توحید پڑھتے ہیں۔ تو میں ان کے دلوں میں خواہشات نفس ڈال دیتا ہوں۔ پھر وہ بے دھڑک گناہ کرتے ہیں اور توبہ کا نام نہیں لیتے کیونکہ وہ اپنے زعم میں یوں سمجھتے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ اسی واسطے وہ دعا مفرج کربات (مصائب کو دور کرنے والی) محض کلمات توحید کا مجموعہ ہے اور دعا یہ ہے لا الـہ الا اللہ العظیم الحلیم۔ لا الہ الا ھو رب العرش العظیم۔ لا الہ الا ھـو رب السـمـوات ورب الـعـرش الکریم اور ترمذی وغیرہ میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ میرے بھائی ذی الـــنـــون کی دعا ایسی با اثر ہے کہ جو کوئی مصیبت زدہ اس کو پڑھے، اللہ تعالی اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے۔ اور وہ دعا یہ ہے لا الـــہ الا انـت سبـحـانـک انی کـنـت من الظـلـمین توحید وہ چیز ہے جو بندے کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں داخل کر دیتی ہے۔ اور استغفار سے وہ حجاب دور ہو جاتے ہیں جو قلب کو بارگاہ الہی میں پہنچنے سے مانع ہوتے ہیں۔ اور جب بندے کا قلب بارگاہ الہی میں پہنچ جائے تو اسکے تمام غم، فکر اور اندوہ دور ہو جاتے ہیں اور جب بارگاہ سے محروم رہے تو پھر اس کو غم، فکر اور اندوہ ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور ہر جانب سے اس پر آپڑتے ہیں اسی واسطے اس دعا کو جو غم، فکر اور اندوہ کا نسخہ ہے، عبودیت کے اعتراف کے ساتھ شروع کیا گیا ہے اور اسکے بعد یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ بندہ اللہ کے قبضے اس کے ملک اور اس کے تصرف میں ہے۔ اس کی پیشانی اللہ کے ہاتھ میں ہے جہاں چاہے اسے پھیر دیتا ہے۔ بندہ اللہ تعالی کے تصرف کا منقاد ہے۔ جیسا وہ شخص منقاد اور تابعدار ہوتا ہے۔ جس کی چوٹی کو کسی نہایت زور آور شخص نے پکڑا ہو کہ وہ انقیاد اور تابعداری کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد یہ اقرار کیا گیا ہے کہ بندے کے بارے میں اللہ تعالی کا حکم ہر حال میں نافذ اور جاری ہے۔ خواہ بندہ دل سے قبول کرے یا نہ کرے۔ اور اس پر خوش ہو یا ناخوش۔ اور جب اللہ تعالی بندے کے بارے میں کوئی حکم جاری کر دے تو کوئی دوسرا شخص اس کو ہرگز رد نہیں کر سکتا۔ اور اس میں اللہ سبحانہ کی کمال قدرت کا اعتراف اور اپنے غایت درجے کی عاجزی اور ضعف کا اقرار ہے۔ اور گویا دعا کے ان کلمات کا یہ مطلب ہے کہ میں ایک ضعیف مسکین بندہ ہوں، مجھ پر ایک زبردست قاہر اور غالب حاکم کا حکم ہے۔ اور وہ جب کوئی حکم کرتا ہے تو اس کا حکم نافذ اور پورا ہو کر رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ اقرار کیا ہے کہ یہ حاکم جو حکم اور فیصلہ نافذ کرتا ہے تو سراسر عدل اور انصاف ہوتا ہے۔ اس میں کسی طرح کے جور اور ظلم کا نام ونشان نہیں ہوتا۔ مـــاض فـی حکمک عدل فی قضائوک کا یہی مطلب ہے۔ اور یہ الفاظ بندے کی نسبت اللہ سبحانہ کے تمام حکموں اور قضاؤں کو شامل ہیں۔ یعنی قـضـائے سابق جو قبل ایجاد ہے۔ قـضـائے مقارن۔ حیات۔ قـضـائے بعد موت اور قـضـائے یوم معاد سب کو شامل ہے اور گناہ کے مقدر کرنے اور اسکے سزا کے ساتھ حکم کرنے کو شامل ہے۔ اور جس شخص کا سینہ ان مسائل وعقائد سے ٹھنڈا نہ ہو ان کی نسبت قطعی طور یقین حاصل نہ ہو۔ تو اس نے اپنے رب۔ اس کے کمال۔ اس کی ذات کی شان اور اسکے عدل کو ہرگز نہیں سمجھا۔ بلکہ وہ نہایت جاہل اور سخت ظالم ہے اسے کسی بات کا علم اور اس کے طبع میں ذرا انصاف نہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کے قول ماض فی حکمک عدل فی قضائوک میں قدریہ اور جبریہ دونوں فریق پر رد ہے۔

کسی کا دل دکھا ہوگا یقیناً اس حویلی میں تبھی تو گوشے گوشے میں یہ جالے رقص کرتے ہیں

پتھروں میں بھی کیڑے ہوتے ہیں سنگِ بنیاد دیکھ کر رکھنا

یہ لوگ اگرچہ زبان سے ان مسائل کو مانتے ہیں۔ مگر ان اصول ان مسائل کے خلاف ہیں۔ قدریہ اس بات کے منکر ہیں کہ اللہ سبحانہ کو یہ قدرت ہے کہ وہ بندے کے دل میں اس کی خلقت اور جبلت کے خلاف ایسے خیالات پیدا کر دے کہ جن سے وہ راہ راست پر آجائے۔ پس ان کے نزدیک حکم شرعی امر و نہی کے سوا بندے کے بارے میں اللہ سبحانہ کا کوئی حکم جاری اور نافذ نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اس حدیث میں لفظ حکمک کو اس معنی پر محمول کرنا ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بندہ حکم شرعی کو کبھی مانتا ہے کبھی نہیں مانتا۔ پس ماض فی حکمک کہنا درست نہیں ہو سکتا۔۔ بخلاف اس حکم تقدیری کوئی بندے کے حق میں بہر حال نافذ اور جاری ہے۔ اور احکام کونیہ ان کلمات تامہ کے ساتھ قائم ہیں۔ جن سے کوئی نیکوکار اور بدکار مستثنے نہیں۔ اور نبی اکرم ﷺ کا قول عدل فی قضائوک اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ سبحانہ بندے کے ساتھ اپنے قضا وقدر کے مطابق جو کچھ کرتا ہے، اس میں وہ نہایت عدل اور انصاف پر ہے۔

(بقیہ ''مچھر اور قرآن (بعوضہ)'' صفحہ نمبر ۱ سے آگے۔۔)

ائمہ مفسرین نے **فـمـا فوقها** کے دو معنی بتائے ہیں مچھر سے حجم میں بڑا یا مچھر سے حجم میں چھوٹا لیکن مائکروسکوپ کی ایجاد سے یہ حیرت انگیز بات سامنے آئی ہے کہ مچھر کی پیٹھ پر انتہائی چھوٹے جراثیم ہوتے ہیں۔ عربی کا طالب علم جانتا ہے کہ **فوقها** ظرف مکان ہے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ مچھر کی پیٹھ کی جگہ پر مچھر سے بہت ہی چھوٹے جراثیم رہتے ہیں جنہیں سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا ان جراثیم کے وجود کی طرف اشارہ قرآن کے معجزہ ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ رسول ﷺ کے زمانے میں ان جراثیم کے وجود کا تصور بھی نہ تھا کیونکہ یہ اتنے باریک ہوتے ہیں کہ انہیں صرف مائکروسکوپ سے ہی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس آیت کریمہ میں ایک باریک اشارہ یہ بھی ہے کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ایسے حساس آلات ایجاد کئے جائیں گے جن سے ایسی چیزیں دیکھی جا سکیں گی جنہیں آج سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا جا سکتا۔ جسم انسانی میں **enzyme** (خامرہ) ہوتا ہے۔ اگر کسی جگہ سے خون نکلے تو یہ وہاں جلدی سے خون کو جما دیتا ہے۔ اس مشکل کا حل اللہ نے مچھر کو اس طرح سکھایا ہے کہ وہ اپنے جسم میں ایک مادہ بناتا ہے اور کاٹنے کی جگہ میں وہ ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے وہاں خون جمنے سے محفوظ رہتا ہے۔ رونالڈ روس جو ایک نوبل انعام یافتہ عالم الجراثیم ہیں کہتے ہیں کہ مچھر سے پھیلنے والے ملیریا کے جراثیم دسیوں ہزار لوگوں کو مار ڈالتے ہیں۔ **1898** عیسوی میں ایک اطالوی ٹیم نے یہ پتہ لگایا کہ ملیریا کے جراثیم مچھر سے پھیلتے ہیں۔ اس سے پہلے یہ بات مکمل طور سے نامعلوم تھی۔

ملیریا اطالوی لفظ ہے جس کا مطلب ہوائے فاسد (یعنی خراب ہوا) ہوتا ہے۔ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ مچھر کی پیٹھ پر ان جراثیم کا ہونا مچھر کی خصوصیت نہیں بلکہ بہت سی جاندار اشیاء ایسی ہیں جن میں یہ جراثیم پائے جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مچھر کی پیٹھ پر صرف بیکٹیریا اور وائرس ہی نہیں ہوتے بلکہ ایسے جراثیم بھی ہوتے ہیں جو بیکٹیریا اور وائرس سے اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں۔ اس میں ملیریا کے جراثیم یعنی **plasmodium** اور فلیریا کے جراثیم یعنی **elephantiasis** اس کے علاوہ **yellow fever** اور **fever** **dengue** اور **hemorrhagic fever** اور **rift valley fever** ہوتے ہیں اور قرآن کے معجزہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ان مہلک جراثیم کو انسانوں میں منتقل کرنے میں مچھر کے کردار کا پتہ **20** ویں صدی کی ابتداء سے کچھ پہلے چلا۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کی تفسیر

عیاذہ و لیاذہ: تفسیر ابن کثیر میں ہے۔الاستعاذة هي الالتجاء الى الله تعالى والالتصاق بجنابه ،من كل شر،والعياذة تكون لدفع الشرواللياذ يكون لطلب الخير.

استعاذہ کا مطلب ہے اللہ کی پناہ ڈھونڈنا اور ہر شر سے بچنے کے لئے اس کی بارگاہ سے لپٹ جانا۔اعاذہ شر کو دور کرنے کیلئے اور لیاذہ خیر کی طلب کیلئے آتا ہے۔

انبیائی استعاذہ: المستعيذ ليس شخصا معينا بل كل مخلوق مفتقر الى الاستعاذه به یعنی پناہ چاہنے والا کوئی متعین شخص نہیں ہوتا بلکہ ہر مخلوق اللہ کی پناہ چاہنے کی محتاج ہوتی ہے۔اسی وجہ سے تمام انبیائے کرام نے اللہ ہی کی پناہ چاہی۔جیسے نوح نے کہا، اعوذ بک ان اسئلک الخ۔تو انہیں سلامتی اور برکتیں عطا کی گئی۔یوسف نے کہا معاذ اللہ تو ان سے سوء اور فحشاء (برائی اور بے حیائی) پھیر دی گئی۔موسی نے انی عذت کہا تو اللہ نے ان کے دشمن کرغرق کر دیا اور انہیں انکی زمینوں اور مالوں کا وارث بنادیا۔عمران کی بیوی نے کہا انی اعیذھابک تو اللہ تعالی نے ان کی دعا کو قبول حسن سے نوازا۔محمد ﷺ کا استعاذہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہوا۔صحیح بخاری میں بواسطہ سعید ابن جبیر ابن عباس سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے كان النبى ﷺ يعوذ الحسن والحسين و يقول ان ابا كما كا يعوذ بها اسمعيل و اسحاق .اعوذ بكلمات الله التامه من كل شيطان و هامة ومن كل عين لامة ۔

عن عثمان بن ابى العاص انه شكى الى رسول الله ﷺ وجعا يجده فى جسده منذ اسلم فقال رسول الله ﷺ ضع يدك على الذى يالم من جسدك وقل بسم الله ثلثا وقل سبع مرات .اعوذ بعزةالله وقدرته من شر ما اجد واحاذر (مسلم)

بد خواہی کا استعاذہ: صحیح مسلم میں حضرت جابر سے اس طرح مرفوعا مروی ہے۔اذا راى احدكم الرئويا يكرهھافليبصق على يسار ثلاثاوليستعذ بالله من الشيطان الرجيم ثلاثا وليتحول، عن جنبه الذى كان عليه۔

اور صحیح مسلم میں بروایت ابوھریرہ منقول ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم سے لدغ عقرب (بچھو کا کاٹنا) کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا اما قلت حين امسيت اعوذ بكلمات الله التامات من شر ما خلق کہ اگر تو یہ دعا پڑھ لیتا تو تجھ کو بچھو نہ کاٹتا فی زماننا اکثر جہلا زچہ کی چارپائی پر چھری یا چاقو رکھتے ہیں اور عقیدہ یہ ہوتا کہ اس سے زچہ اور بچہ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی یہ بدعقیدگی از قبیل شرک ہے اور اعوذ باللہ کے منافی ہے۔

شیطان کی دشمنی سے مامون و محفوظ رہنے کیلئے اللہ نے اپنی پناہ پکڑنے کی تعلیم دی ہے کیونکہ یہ پلید و ملعون دشمن سلوک سے قبضہ میں نہیں آسکتا اسے تو بنی نوع انسان کی تباہی و بربادی ہی مقصود و مطلوب ہے قسم کھا کے، ہاتھ دھو کے پیچھے پڑا ہوا ہے خدا ہی جس کو بچائے وہی بچ سکتا ہے اسی واسطے ذات خداوندی و کلمات الہی سے استعاذہ کرنا عین توحید، اور کسی نبی، ولی، جن اور پری وغیرہ سے استعاذہ کرنا اور دہائی دینا عین شرک ہے۔

لطائف استعاذہ: تعوذ کے پڑھنے سے بندہ کیطرف سے اپنے ضعف کا اظہار ہے۔اور اللہ تعالی کی قدرت کا دفع مضرت (تکلیف کا دور کرنا) پر اقرار ہے اور چونکہ مستعاذ بہ (جس سے پناہ چاہی جائے) صرف اللہ ہے لہذا کسی پیر، فقیر، نبی، ولی، بزرگ، جن اور کسی صاحب قبر وغیرہ کی پناہ پکڑنا شرک ہے۔زمانہ جاہلیت میں اہل عرب خصوصا کفار مکہ جب کسی وحشت ناک وادی میں اترتے تو وہاں کے سب سے بڑے جن کی پناہ چاہتے تاکہ وہ ان کے شرور سے محفوظ رہیں وہ اپنے اس مشرکانہ عقیدے کی بناء پر اپنے زعم باطل میں اس کو وہاں کا سردار و مختار مان کر یوں پکارتے، "ہم اس مقام کے سردار کی پناہ چاہتے ہیں" سردار سے مراد وہاں کا بڑا جن ہوتا تھا اسی کے بارے میں اللہ نے سورۂ جن میں فرمایا یعوذون برجال من الجن الخ۔یعنی انسان ہو کر جن کی پناہ لیتے تھے جس سے جنوں کا دماغ چڑھ گیا تھا۔اسلام نے زمانہ جاہلیت کی شرکیہ رسم کا استیصال کر دیا اور حکم دیا کہ بجز اللہ کی ذات کے کسی کی پناہ نہ پکڑی جائے۔ہر نماز میں تکبیر تحریمہ اور ثنا کے بعد اور الحمدللہ رب العلمین سے پہلے ہمیشہ نبی اکرم ﷺ شیطان سے اللہ کی پناہ چاہتے اور یوں کہتے اعوذ بالله السميع العليم من الشيطان الرجيم من همزه و نفخه ونفثه پھر بسم الله الرحمن الرحيم پڑھتے۔شیطان کا لفظ، لفظ شاط بمعنی بطل سے بروزن فیعال ہے اس کا اطلاق ہر بدکار جن اور انس پر ہوتا ہے۔ابلیس لفظ بلس سے مشتق ہے اور اس کے معنی مکار کے ہیں، اللہ نے فرمایا انه يراكم هو وقبيله ،وہ ہے اور اس کی ذریت بھی ہے۔وہ انسانوں کو دیکھتے ہیں انسان انھیں نہیں دیکھتا۔گدھا اور کتا یہ دونوں شیاطین کو دیکھتے ہیں۔ابوداؤد کتاب الادب کی روایت ہے عن جابربن عبد الله قال قال رسول الله ﷺ اذا سمعتم نباح الكلاب و نهيق الحمر بالليل فتعوذو بالله فانهن يرين مالا ترون۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہا اعوذ کا لفظ عوذ (عین پر پیش، واو پر تشدید اور زبر) سے آیا ہے عرب لوگ عوذ اس گھر کو کہتے ہیں جو کسی درخت کے جڑ اور سائے میں ہو یعنی جب وہ گھر درخت کی جڑ اور سائے سے چھپ گیا تو اسے عوذ (عو+و+ذ) کہا گیا اسی طرح عائذ یعنی پناہ لینے والا پناہ دینے والے کی پناہ میں آکر اپنے دشمن سے چھپ جاتا ہے۔بعض لوگوں نے کہا ہے کہ عرب اس گوشت کو عوذ کہتے ہیں جو ہڈی سے چمٹ جائے اور اس سے نہ چھوٹے۔اور جیسے کسی بچے پر تلوار سے کوئی دشمن حملہ کرے اور بچہ بھاگے اور راستے میں اسکا باپ مل جائے تو اس سے شدت سے چمٹ جاتا ہے۔

ابو طالب کے قصے نے حقیقت کھول کر رکھ دی
نہ ہو آنکھیں تو گھر کی روشنی سے کچھ نہیں ہوتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر

اللہ ساری کائنات کا خالق ہے، وہی اسکا مالک ہے، وہ غنی ہے سب کے سب اس کے محتاج ہیں، ذرے سے لیکر آفتاب تک، قطرے سے سمندر تک، سب بحر و بر پر اسی کی حکومت ہے۔

جب سب کچھ اسی کا ہے تو حق ہے کہ سب سے پہلے اسی کا نام لیا جائے اسکا نام لئے بغیر کوئی کام کرنا بے ادبی اور حق تلفی ہے۔ پس ہر کام سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا مومن کی شان ہے کیونکہ بسم اللہ ایک مختصر اور بے حد اہمیت وافادیت کا حامل کلمہ ہے۔

بسم اللہ کے بہت سے احکام و مسائل ہیں۔

احکام و مسائل شریعت کے رکن خاص ہیں، ان کی واقفیت کے بغیر انسان صراط مستقیم سے بھٹک سکتا ہے، اور فضائل سے اشیاء کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور دونوں میں ان اعمال و امور پر عمل کرنے کا شوق وجذبہ پیدا ہوتا ہے۔

سورۂ نمل میں حضرت سلیمانؑ کے قصے میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن شریف کی ایک آیت ہے، لیکن الحمد اللہ یا کسی اور سورت آیت ہے یا نہیں اس میں سلف کا اختلاف ہے۔

فضائل:

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے نبی کریم ﷺ سے بسم اللہ کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ نے فرمایا، یہ اللہ کا نام ہے، جیسے انسان کی آنکھوں کی سفیدی اور سیاہی میں نزدیکی ہے ایسے ہی اس میں اور اللہ کے اسم اعظم میں قرب ہے (یعنی اس کے پڑھنے سے بندے کو حد درجہ خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جہنم کے انیس داروغوں سے جو نجات چاہے وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ پڑھے اسکے بھی انیس حروف ہیں اور زبانیہء نار کی تعداد بھی انیس ہے۔ ہر حرف ہر فرشتے سے سپر اور بچاؤ بن جائے گا (ابن کثیر)

ابو تمیمہؓ اسامہ ابن عمیر ایک سواری پر رسول کے ہمراہ تھے، سواری کو ٹھوکر لگی، انھوں نے کہا تعس الشیطان، خدا کرے شیطان مرے۔ فرمایا تو یہ نہ کہا اسکے کہنے سے وہ بڑا ہو جاتا ہے یعنی مارے خوشی کے پھول جاتا ہے۔ کہتا ہے، میں نے اس کو اپنی قوت سے پچھاڑ دیا تو، بسم اللہ، کہہ اسکے کہنے سے وہ مکھی کے برابر چھوٹا بن جاتا ہے۔

(اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے) نسائی کا لفظ عمل الیوم واللیلہ میں یوں ہے کہ پھول کر گھر کے برابر ہو جاتا ہے، بسم اللہ کہنے سے مکھی کے مثل کے چھوٹا بن جاتا ہے۔

پہلا نکتہ:

جار مجرور کو مقدم کرنے اور فعل محذوف کے موخر ماننے سے اختصاص کا معنی پیدا ہوتا ہے ،یعنی ہر امر کی ابتدا اللہ ہی کے نام سے ہونی چاہئے اسی کے نام میں برکت ہے کسی غیر کے نام میں نہیں۔

دوسرا نکتہ:

عامل کے حذف کرنے کے کئی فوائد ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ جب عامل کو حذف کیا جائے تو ہر قول وفعل، حرکت کی ابتدا بسم اللہ کے ساتھ صحیح طور پر ثابت ہو جاتی ہے اور جیسا کام ہو ویسا ہی عامل محذوف مانا جائیگا۔

بسم اللہ کے 'ب' میں اللہ کی وحدانیت کا سبق :

آیت میں انیس حروف ہیں اسکی مجموعی تعداد اللہ کی توحید کا سبق دیتی ہے۔ یہ بھی بے جوڑ اور طاق ہے، اللہ بھی بے جوڑ اور طاق ہے۔ قرآن مجید میں ہے،

ومن کل خلقنا زوجین۔

مخلوقات میں ہر ایک کا جوڑا اور مقابل ضرور ہے، قرآن میں ایک جگہ شفع اور وتر کی قسم کھا ئی گئی ہے۔

صحیح بخاری میں مع الفتح پ۱۳ا، ص۲۳۰ میں ہے کل شئی خلقه فهو شفع السماء شفع والوتر الله۔

حدیث مرفوع ہے ان الله وتر يحب الوتر۔

قول مجاہد تابعی کو علامہ فریابی و علامہ طبری نے موصولاً بایں الفاظ ذکر کیا ہے

كل خلق الله شفع السماء والارض والبر والبحر والجن والانس و الشمس والقمر و نحو هذا شفع والوتر الله وحده۔

آیت کریمہ ومن كل شئى خلقنا زوجين کی تفسیر میں علامہ طبری نے حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے کہ آیت ھذا کے بموجب دنیا میں ہر چیز کا جوڑ اور مقابل ہے مثلاً کفر کے مقابل میں ایمان، بدبختی کے مقابلے میں نیک بختی، بخل کے مقابلے میں سخاوت، سعادت کے مقابلے میں شقاوت، ظلمت کے مقابلے میں نور، ضلالت کے مقابلے میں ہدایت، رات کے مقابلے میں دن، آسمان کے مقابلے میں زمین ہے۔ ہاں اللہ کا کوئی جوڑ نہیں۔

دریں مقام امام بخاری پر بعض مولویوں نے اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری کا قول مجاہد السماء شفع نقل کرنا صحیح نہیں کیونکہ آسمان جفت نہیں حالانکہ یہ اعتراض بالکل غلط ہے امام بخاری کی نظر بڑی وسیع وعمیق ہے ان کی نظر میں مجاہد کا یہ قول ہے، بحوالہ طبری ذکر ہوا ہے امام بخاری ومجاہد کا مقصد یہ ہے کہ ہر چیز کا مد مقابل ہے اور آسمان اپنے مد مقابل زمین کے جفت ہے۔

تیسرا نکتہ:

'ب' استعانت اور الصاق کیلئے ہے اس سے معلوم ہوا کہ مدد اسی سے مانگنی چاہئے۔ اور بندے کو اپنے تمام تعلقات اپنے رب سے استوار رکھنے چائیں، شروع کرتا ہوں ، بمدد، ببرکت، بطفیل، بوسیلہ، نام اللہ۔۔

’ب‘ کے نقطے میں توحیدی نکتہ :

چونکہ ’ب‘ کا ہمیشہ ایک ہی نقطہ ہوتا ہے اگر دو ہو تو وہ ’ب‘ نہیں یائے تحتانی ہو جاتا ہے۔ اشارہ اس بات کی طرف ہے انسان کو چاہئے کہ ایک اللہ کی مانے اسکے ماسوا کو نیچے کردے جسطرح نقطہ میں دوئی آنے سے ب نہیں رہتی اسی طرح ایمان وعقیدہ اور عمل میں اللہ کے ساتھ دوئی آنے سے انسان موحد نہیں رہتا۔

بسم اللہ کی ب کا ایک نقطہ ہمکو یہی سبق دیتا ہے۔

اور ب کا زیر تذلل، تضرع، عجز، انکسار اور عبودیت کی طرف مشیر ہے۔

نکتہ:

انبیا کی بعثت کا مقصد یہ ہیکہ وہ اللہ سے کٹے ہوئے بندوں کو اللہ سے جوڑ دیں اسی لئے نبی کو اللہ نے اول یہی سبق دیا کہ اپنے جملہ امور کا آغاز میرے نام سے کرو۔

نکتہ:

بسم اللہ ایک ایسا کلمہ ہے جو جلال اور جمال دونوں کو جمع کرتا ہے بسم اللہ جلال در جلال ہے اور الرحمٰن الرحیم جمال در جمال ہے۔

نکتہ:

اللہ نے اپنی کتاب حرف ’ب‘ سے شروع کی اور تمام حروف پر اسے ترجیح دی، خاص کر الف پر، کہ اسے ساقط ہی کر دیا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ الف میں ترفع اور تکبر کی شان ہے، ب میں انکسار اور افتادگی ہے اور اللہ کو انکسار اور افتادگی پسند ہے نیز رحمت کا پانی نشیب انکسار چاہتا ہے اور پھر ب مکسور ہے یہ بھی اللہ کو پسند ہے، ب کو افتادگی کی وجہ سے نقطہ ملا الف اپنی سرکشی کی وجہ سے محروم رہا۔ اور پھر ب نے نقطہ بھی ایک ہی قبول کیا تا کہ شان محبوب سے ہم رنگی رہے دوسرے حرفوں کو بھی نقطے ملے ہیں لیکن ب نے اپنے نقطے کو نیچے رکھا تا کہ تفاخر کی صورت پیدا نہ ہو نیز الف، حرف علت ہے اور ’ب‘ حرف صحیح۔ نیز ب وہ حرف ہے جو سب سے پہلے انسان کی زبان سے نکلا ہے چنانچہ عہد الست کا ماجرا اس کا شاہد ہے کہ جب ذات اقدس نے پوچھا، الست بربکم ،تو جواب میں کہا گیا ۔بلی ۔انہیں اداؤں کی بناء پر ’ب‘ کو وہ شیرینی عطا کی گئی کہ جب اسکا تلفظ کرو تو لب بند ہو جاتے ہیں۔

نکتہ:

لفظ اللہ سے قہر وقدرت مفہوم ہوتا ہے اس کے بعد رحمٰن ورحیم ذکر کرنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ میری رحمت میرے قہر پر غالب ہے۔

نکتہ:

بسم اللہ میں تین نام مذکور ہیں۔ اللہ، رحمٰن، رحیم

ایک ذاتی دو صفاتی۔

کیونکہ انسان کیا ہر ممکن مخلوق کے تین حال ہیں۔

اول : عدم سے وجود میں آنا لم یکن شیئاً مذکوراً

دوم: ہستی یعنی زندگانی

سوم : اس عالم سے کوچ (موت)

ابتداء کلام میں تین نام ذکر کئے تا کہ انسان کو اپنے تینوں احوال یاد رہیں۔

نکتہ:

اقراء باسم ربک۔ کا منطوق ومفہوم اور اسکی تاسی اور اقتدا، افتتاح بالبسملہ ہی میں ہے۔

ثلاثیات اقبالؔ نذیر، مالیگاؤں

میں ہی رستہ ہوں میں ہی گردِ سفر
مرثیہ ہوں میں اپنی ہستی کا
میں ہی منظر ہوں میں ہی پس منظر

سر پہ سایہ نہ سائبان کوئی
چلتے چلتے سفر میں ہم اقبالؔ
ڈھونڈ ہی لیں گے آسمان کوئی

عرش سے مستعار ملتی ہے
ہے سلیقہ تو مانگ لے بڑھ کر
عمر بھر کی بہار ملتی ہے

ہر تعیش سے دل گزر جائے
کوئی منزل تو ہو جہاں اقبالؔ
کاروانِ ہوس ٹھہر جائے

دل کی بیجا طلب سے کیا حاصل
اپنے کاسے میں جو سما نہ سکے
خواہشیں اس قدر ہیں لاحاصل

The ABSAAR Monthly, printed, published and owned by Jalaluddin Mutiullah Quasmi, Printed At ALHUDA OFFSET PRESS,Nishat Road,Islampura,Malegaon (NASHIK) & published At S.No. 65/3,Plot No. 2,Nishat Nagar,Ayesha Nagar Road,Malegaon (NASHIK)-423203 EDITOR: Jalaluddin Mutiullah Qasmi